رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۶۶

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

پہلا ہفتہ وار جوہر جمعرات کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فاروق

ایڈیٹر و ویری ایڈیٹر ایم قاسم علی

جلد ۴ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۱۵ مئی سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۱۰

سلسلہ کی خبریں

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت الحمد للہ اچھی ہے۔ حضور ہفتہ میں دو بار مسیح کے وقت درس قرآن کریم دیتے ہیں۔

۲۔ حکیم محمد عمر صاحب احمدی کو فیروز پور کے خطرناک ڈاکوؤں کا گروہ پکڑ لانے کے صلہ میں سرکار سے دو مستطیل زمین عطا ہوئی ہے۔

۳۔ عزیز نشاق احمد کی صحت کے لئے احباب توجہ سے دعا کریں۔ (۲) مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کا بچہ ناصر احمد بہت بیمار ہے۔ اللہ تعالیٰ شفا بخشے۔ آمین۔ احباب بتوجہ تمام دعا کریں۔ (۳) محمد حسین کاتب فاروق کا لڑکا احمد حسین بھی بہت بیمار ہے۔ احباب دردِ دل سے للہ دعا کریں

انگلستان میں قبول اسلام

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے مسلم مشنری حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب۔ بی فل + الیف پی سی + الیف سی۔ کرام + ایم آر۔ اے۔ ایس + ایم۔ ایس۔ پی کے ہاتھ پر ایک اور لیڈی بنام مس ڈیزی مارس نے اسلام قبول کیا۔ حضرت نے اس کا اسلامی نام دیانت رکھا ہے۔ اس کی خواست بیعت برائے شرف قبولیت بحضور حضرت خلیفۃ المسیح بھیجدی گئی ہے۔

مبارک

مس کارڈن نے جس کا اسلامی نام جمیلہ رکھا گیا تھا اور جسکے قبول اسلام کا اعلان ماہ فروری میں یہاں سے ہندوستان بھیجا گیا تھا۔ ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۹ء کو ایک پنجابی نوجوان مسٹر عبدالغنی خانصاحب انجینئر حیدرآباد کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

لیکچر گذشتہ اتوار کو حضرت مفتی صاحب کا لیکچر الفلو اسٹرا طاعون کے ایک آسمانی نشان ہونے کے مضمون پر ہوا۔

خاکسار محمد صدیق ٹن مکبر۔ المصور ذاشرینٹ لنڈن

مژدہ

عنقریب تکفیریوں کے رسالہ چشمہ ہدایت کا جواب

"بحقیقت"

شائع ہوا چاہتا ہے تمام کاپیاں چھپ کر تیار ہو چکی ہیں۔ احباب خرید فرمانے کے واسطے تیار ہو جاویں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار فاروق

قادیان دارالامان ۔ ۱۵۔ مئی ۱۹۱۹ء

گورنمنٹ انگریزی اور ہم

نمبر (۱)

یاد رکھو کہ جس طرح بعض اشتہاری طبیب (جو کہ دراصل طبیب نہیں ہوتے) اپنی ادویات کی جھوٹی اور فضول تعریف کر کے بعض لوگوں کو بہکا کر اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ اور جو لوگ ایسے نام کے طبیبوں کی چکنی چپڑی باتوں پر اعتبار کر لیتے ہیں۔ علاوہ نقصان مالی کے کسی ایک مرض کا علاج تلاش کرتے کرتے اور صحت کی امیدوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی بعض لوگ جن کو خود غرضی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اگر نوع انسان کی [illegible] اپنا دین یا اور [illegible] دنیا کا مقصد [illegible] گورنمنٹ اور رعایا کی [illegible] ضروری ہے کہ ان لوگوں کی [illegible] دیوانوں پر ثابت ہے۔ اس کا [illegible] اگر تم غور سے [illegible] کیا [illegible] یہاں تمہارے [illegible]

یعنی دو قسم کی محبت کا مجموعہ۔

پہلی محبت یہ کہ اس کو خدا سے پیار ہو۔

دوسری محبت یہ کہ خدا کی مخلوق سے سچی ہمدردی ہو۔

انسان کو انسان بننے کے لئے جس تعلیم کی ضرورت ہے وہ تقریباً تمام مذاہب میں کم و بیش موجود ہے۔ اور جس طرح کہ کسی کل کا بنانیوالا ایک گائڈ بھی اسکے ٹھیک چلانے کے واسطے بناتا ہے۔ اسی طرح خدا نے جو کہ انسانی کل کا بنانے والا ہے۔ آسمانی کتابیں بندوں کی ہدایت کے واسطے بھیجی ہیں۔ یہ آسمانی کتب یا صحیفے تمام مذاہب کی رہنمائی کے واسطے بمنزلہ خدائی قانون کے ہیں۔ ان میں صرف فرق اتنا ہے کہ جس طرح بادشاہوں کے بعض قوانین مختص القوم یا مختص المقام اور بعض کل رعایا کے واسطے ہوتے ہیں۔ اسی طرح حال ان آسمانی کتابوں کا ہے۔ خدا کی جو آسمانی کتابیں اسکے بندوں کے واسطے بطور ایک مکمل قانون کے ہیں ان میں اپنی اس تجمیل کے متعلق دعاوی اور اس کا ثبوت و دلائل موجود ہیں۔ جوں جوں تمہارا علم ان کتابوں کے متعلق ترقی کرے گا۔ تم کو یہ خود حال معلوم ہو جاویگا۔ غرض ایسی کامل اور مکمل کتابوں کی رو سے انسان کو اپنے مراتب انسانی کی تجمیل کے واسطے صاف اور کھلے لفظوں میں یہ ہدایت دیگئی ہے۔ کہ وہ خدا اور خدا نما اشخاص اور ظل خدا یعنے بادشاہ وقت کی فرمانبرداری کرے۔ اور حقیقت حال بھی یہی ہے۔ کہ جب تک آدمی ان ہر سہ اقسام مذکورہ بالا کی فرمانبرداری ٹھیک طور پر نہ کرے۔ اس کے انسانی قویٰ کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کو مرتبہ انسانیت حاصل ہو سکتا ہے۔

خدا کی صفات (کہ وہ کیا ہیں یا کیسی ہونی چاہئیں) اگرچہ ہر ایک صحیح انسانی فطرت میں ان کا نقشہ موجود ہے۔ مگر چونکہ بعض اوقات اپنی بعض غلط کاریوں کے [illegible] اوقات ایسا [illegible] کی [illegible] حالتوں میں [illegible] ان خداوندی صفات [illegible]

اسلئے خدا کے مکتوب صحیفوں یعنے دیگر کتب سماوی میں بھی ان صفات کا بیان کیا گیا ہے۔

میرا مطلب اسوقت تمام اُن صفات کا بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسقدر عرض ہے۔ کہ خدا آدمی کے اندرونی نیک و بد ارادوں سے بھی باخبر ہے۔ اور ہر ایک نیک و بد جزا و سزا دینے والا ہے۔

چونکہ آدمی کے اندر بہت سے نیک و بد ارادے ایسے بھی ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں کہ جن کا عالم جسمانیات میں ظہور نہیں ہوتا۔ یا بعض اوقات آدمی دفعتاً ایسے جذبات بالمنی کے ماتحت جلد بازی سے ایسے کام کر گذرتا ہے۔ جو اوسکے اپنے لئے یا دوسروں کے لئے مفید یا نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ خدا کی حکومت کا جو ابھی آدمی کی گردن پر ہو۔ کیونکہ جب تک آدمی کو اسبات کا یقین نہ ہو۔ کہ ایک ایسی ہستی بھی ہے (جس کو پرمیشر یا خدا کہتے ہیں) جو کہ آدمی کے چھپے اور اندرونی افعال سے اور بعض ان ظاہری افعال سے کہ جن کو حکومت ظاہری نے نہیں دیکھا ملا اور اسپر جزا و سزا مرتب نہیں ہو سکتی) باخبر ہے اور اسپر جزا و سزا مرتب کریگی۔ تب تک وہ نیک ارادوں کے واسطے تیار نہیں ہو سکتا۔ اور برے جذبات پر فتح نہیں پا سکتا۔

اور جس طرح کہ آدمی کو اپنی ہر قسم کی معلومات بڑھانے اور ہر قسم کا علم سیکھنے کے واسطے کسی استاد یا اتالیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اس ہستی یعنے خدا کا علم حاصل کرنے کے واسطے بھی اس کو خدا نما اشخاص یعنے رسولوں اوتاروں کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنا ضروری اور ان کی ہدایات پر عمل کرنا واجبی ہے۔ جب تک وہ ایسا نہ کرے۔ اس کا علم خدا کے متعلق ایک ظنی حالت میں رہتا ہے۔ اور کبھی وہ نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ جو خدا کی ذات کے متعلق یقینی علم رکھنے کی حالت میں امید کئے جا سکتے ہیں۔

ظل خدا یعنے حکومت ظاہری (یا بادشاہ وقت) خدا کے بندوں کی ظاہری افعال پر حکمران ہے۔ اور یہ ایک بڑی بھاری ذمہ واری کی خدمت ہوتی ہے۔ جو کہ خدا کی طرف سے خدا کے بندوں میں سے اسکو عطا ہو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوتی ہے۔ جو کہ اس کا اہل ہوتا ہے۔ اور اس حکومت ظاہری یعنے بادشاہ وقت یا ظل خدا کے احکام کی فرمانبرداری اس کی رعایا پر خدا کی طرف سے فرض ہوتی ہے۔

ان تینوں قسم کی حکومتوں کا بوجھ جو آدمی کے واسطے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یہ آدمی کے اپنے فائدے کے واسطے ہے۔ کیونکہ ان کی اصلی غرض و غائت یہ ہے کہ وہ اپنے انسانی مراتب کی تکمیل کرکے اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بابرکت اور ایک پُرامن زندگی بسر کرسکے۔ اور تمام مذاہب کی تعلیم کا خلاصہ بھی تقریباً یہی ہے۔ کہ آدمی اپنے لئے اور دوسروں کے لئے ایک پُرامن زندگی بسر کرے۔ عزیز یاد رکھو۔ جو تعلیم تم کو اس کے برخلاف دیجاوے۔ جو مخل امن ہو وہ خدا کی تعلیم کبھی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کو کسی چالباز کی چال سمجھو۔ اور یاد رکھو کہ ایسی بُری تعلیم دینے والے لوگوں کی صحبت میں مت بیٹھو۔ ورنہ اس کا نتیجہ تمہارے حق میں بہت بُرا ہوگا۔ اور یاد رکھو کہ آدمی اپنی صحیح مفہوم کے لحاظ سے انسان (جو کہ دراصل انسان ہے) اسی وقت ہوسکتا ہے۔ جب اوسکو خدا اور اس کی مخلوق سے پیار ہو۔ اور بطور نتیجہ اس کی زندگی پُرامن ہو۔

آزادی کس کو کہتے ہیں

آزادی اس کو کہتے ہیں۔ جو بے قید نہ ہو۔ اور یاد رکھو کہ جس طرح بعض الفاظ ہر قسم کی مخلوق کے واسطے اگرچہ یکساں طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ مگر جس قسم کی مخلوق کے واسطے ان کا استعمال کیا جاوے اوسکے لحاظ سے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے مثلاً آدمی بولا۔ گدھا بولا۔ کوّا بولا۔ اگرچہ لفظ بولا ہر قسم کی مخلوق کے واسطے یکساں استعمال ہوا ہے۔ مگر آدمی اور گدھے اور کوّے کے بولنے میں بہت بڑا فرق ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ انسان آزاد ہے۔ اور آزادی اس کا ذاتی جوہر ہے بے شک ایسا ہی ہے۔ مگر جبتک لفظ آزادی انسان کے ساتھ بولا جاوے۔ اور اس لفظ کو انسان کا ذاتی جوہر کہا جاوے۔ تو اسکے معنے انسان کی مناسبت کے لحاظ سے لئے جاوینگے۔

جنگلی چوپاؤں اور درندہ چرند و طیور کی آزادی اور انسان کی آزادی میں بہت فرق ہے۔ یاد رکھو ہر چیز کی آزادی اس کی فطرت کے لحاظ سے الگ الگ ہوتی ہے۔ جو مخلوق مطلق آزاد ہے۔ اسکے لئے وحشت اور خوف جان لازمی ہے۔ انسان ایسا آزاد نہیں کہ جو دل میں آوے کہدے یا کرگذرے بلکہ وہ ذمہ وار ہستی ہے۔ اپنے موقعہ و مناسب حال بعض باتوں کے واسطے وہ آزاد ہے۔ لیکن دیگر وقت میں انہیں باتوں کے نہ کرنے کے واسطے (اپنی سوسائٹی یا دیگر پابندیوں کے تحت) (جن کا کسی قدر ذکر انسان کی تعریف میں ہوا ہے۔ اور وہ اس کے لئے ضروری ہیں) وہ مجبور بھی ہے۔ اگر تم ذرا غور کرو گے۔ تو تم کو انسانی آزادی کا مفہوم معلوم ہو جائیگا کہ انسان ایسا آزاد نہیں ہے۔ جو مادر پدر آزاد ہو جاوے یا خدا اور بادشاہ وقت کے احکام سے جس کی فرمانبرداری پر اسکے قوائے انسانی کی تکمیل منحصر ہے آزاد ہو کر جیسا اس کی مرضی ہو کہدے یا کرگذرے۔

بھلا تم غور کرو۔ کہ جب تم رات کو گھر میں ہوتے ہو اسوقت تمہارا کیا لباس ہوتا ہے۔ اور جب تم دفتر یا مدرسہ آتے ہو۔ اسوقت تمہارا کیا لباس ہوتا ہے۔ کیوں تم رات کے سونے کا لباس پہن کر دفتر میں نہیں آتے۔ اسلئے کہ وہ آداب دفتر کے خلاف ہے۔ حالانکہ تم اپنے گھر میں رات کو ایسا لباس پہننے کے واسطے آزاد ہو اور تم پر اس وقت کوئی پابندی نہیں۔ مگر دفتر کے وقت تم دفتر کا لباس پہننے کے واسطے مجبور ہو۔

تم اپنی کمائی کے اور اپنے گھر کے سینکڑوں روپیہ جس پر تمہارا اختیار ہے۔ خرچ کرسکتے ہو۔ اور ایسا کرنے کے واسطے تم کو آزادی ہے۔ مگر بچہ کے مال سے بلا رضامندی اس کی تم ایک پائی بھی خرچ نہیں کرسکتے اپنا مال خرچ کرنے کے واسطے تم آزاد تھے۔ مگر دوسرے کا مال حسب صورت بالا خرچ کرنے کے واسطے تم پابند ہو۔ اب غالباً تم کو انسانی آزادی کا مفہوم معلوم ہو گیا ہوگا یعنے انسان اپنی ذمہ واریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کاموں کے کرنے کے واسطے جو مناسب موقعہ و مناسب حال ہوں آزاد ہے۔ اور یہ آزادی اس کا ذاتی جوہر ہے۔ بعض نوجوان آزادی کا غلط مفہوم سمجھ کر اپنے ماں باپ کو بھی اناپ شناپ کہدیتے ہو۔ عزیزو! تم کو اپنی انسانی آزادی کا صحیح مفہوم سمجھنا چاہیئے۔ تم اپنے مذاہب۔ سوسائٹی بزرگوں اور حکام کی طرف سے تمام ذمہ داریوں کا پاس رکھ کر اپنے وقت اور مناسبت کے لحاظ سے کاروبار کرنے کے واسطے آزاد ہو۔ ایسی آزادی تم کو مبارک اور تمہارے مناسب حال ہے۔ اسکے برخلاف جو آزادی یا اس کا خیال تمہارے دل میں آوے۔ وہ انسانی آزادی کبھی نہیں ہوسکتی۔ خدا کرے کہ تم جنگلی جانوروں کی آزادی اور انسانی آزادی میں فرق سمجھ سکو۔ جیسا کہ تم کو شروع مثال میں سمجھایا گیا ہے۔

انصاف کس کو کہتے ہیں۔

انصاف کے لغوی معنی تو نصف نصف یا برابر برابر کا سلوک کرنے کے ہیں۔ لیکن اصطلاحی معنے سمجھنے کے لئے نیچے کی لکھی ہوئی چند صورتوں میں غور کرنا چاہیئے۔

(ا) الف۔ تم اپنے جسم اور اعضاء میں غور کرو۔ مثلاً آنکھ سے تم دیکھتے ہو۔ کان سے سنتے ہو۔ ناک سے سونگھتے ہو۔ پاؤں سے چلتے ہو۔ علی ہذا القیاس دیگر اعضاء کی بناوٹ اور مناسبت کے لحاظ سے جو تم مختلف کام اپنے اعضاء سے لیتے ہو۔ پھر کیا تم کہہ سکتے ہو۔ کہ تم نے جوان سے یکساں اور برابر کا سلوک نہیں کیا یہ انصاف ہے یا بے انصافی۔

(ب) اور باوجودیکہ یہ سب اعضاء تمہارے اپنے جسم کا ایک حصہ ہیں۔ پاؤں میں تم نے جوتہ پہنایا۔ اور بعض کے واسطے تم نے مختلف لباس تجویز کئے۔ اور بعض مثلاً آنکھ ناک۔ منہ کو سخت سے سخت جاڑے میں بھی ننگا رکھا تم نے اپنے اعضاء سے انصاف کا سلوک کیا یا بے انصافی کا۔

باقی آئندہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اہلحدیث کو ہائی نامہ نگار

آنکہ نفس اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب
ہمے تراشد عیبہا در ذات خیر المرسلین
آنکہ در زندان ناپاکی ست محبوس و اسیر
ہست در شان امام پاکبازاں نکتہ چیں
تیر بر معصوم مے بارد خبیث بدگہر
آسماں رامے سزد گر سنگ بارد بر زمیں

مرقومہ بالا تینوں شعر اس مرثیہ کے ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی حالت کے متعلق اپنی مبارک تصنیف فتح اسلام میں تحریر فرمایا ہے۔ ان شعروں میں حضور نے ظاہر فرمایا ہے۔ کہ وہ شخص جس کا نفس ہر قسم کی خیر و خوبی سے بے نصیب ہے۔ اور بے ناپاکی اور گندگی میں لتھڑا ہوا ہے۔ وہ بھی خدا کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و اطہر میں عیب نکالتا اور حضور کی شان میں نکتہ چینیاں کرتا ہے۔ یہی سلوک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظل و بروز سیدنا حضرت مسیح موعود کے متعلق وہ لوگ روا رکھتے۔ جن کی عملی حالت نہایت خراب اور نہایت ہی بری ہے۔ حتےٰ کہ اگر ان کو کوئی دیکھے۔ اور تھوڑا عرصہ ان کے ساتھ رہے تو بادنیٰ تامل ان کی حالت ہر ایک شخص پر آئینہ ہو کر ان کی سیاہی باطن نظر آجاتی ہے۔ پس میں انہی شعروں کو ایک لفظ کے تغیر کے ساتھ یوں پڑھتا ہوں :۔

آنکہ نفس اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب
مے تراشد عیبہا در ظل خیر المرسلیں
آنکہ در زندان ناپاکی ست محبوس و اسیر
ہست در شان امام پاکبازاں نکتہ چیں
تیر بر معصوم مے بارد خبیث بدگہر
آسماں رامے سزد گر سنگ بارد بر زمیں

اہل حدیث کے کوہاٹی مستور نامہ نگار صاحب نے جن کے اعتراضات کا جواب میں نے ۶ مارچ کے اخبار فاروق میں لکھا تھا۔ ۲ مئی کے اہل حدیث میں بعنوان "بلاؤ بڑی بہو کو کھیر میں نمک ڈالے" اس جواب کے متعلق کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔

جناب مشار الیہ ناراض ہیں۔ اور بہت ہی ناراض کہ میں نے ان کو "پردہ نشین" کیوں لکھ دیا۔ حضرات! آپ غور فرمایئے کہ جو شخص میدان مناظرہ میں آئے۔ اور ایک سلسلہ کے بانی کے خلاف مضامین لکھتا۔ اور ان مضامین میں طرح طرح سے آپ کی شان بزرگ میں ہتک آمیز فقرات ہمیشہ استعمال کرتا رہتا ہے۔ لیکن کبھی ایک دفعہ بھی صیغے از کوہاٹی" یا "ایک کوہاٹی" الفاظ کے برتنے کو نہیں اپناتا۔ کہ مبادا لوگوں کو نظر آجائے کہ یہ ذات شریف کون ہیں۔ اور کس حیثیت کے ہیں۔ کس قماش کے ہیں اور کس لباس میں ہیں تاکہ دنیا دیکھ لے کہ خدا کے ممسوح کے مقابلہ میں آنے والے اہل اللہ میں یا کسی اور ہی ہستی کے عبد۔ پس جب جناب کوہاٹی صاحب نے آج تک اپنا نام معترضانہ حیثیت کے ساتھ ظاہر نہیں فرمایا۔ تو پھر ہمارا کیا قصور ہے اگر ہم نے آپ کو "پردہ نشین" لکھ دیا۔ جبکہ آپ واقعی ایک پردہ کے بیچ بیٹھے ہیں۔ باقی رہا تہذیب یا عدم تہذیب ہو میں آپ کو یہ کہکر شرمندہ کرنا نہیں چاہتا کہ آپ نے اپنے مضمون کے عنوان میں ہی کس تہذیب سے کام لیا ہے۔ کیونکہ آپ لوگ تہذیب کی حقیقت نہیں جانتے۔ اسلئے میرے نزدیک معذور ہیں میں نے اس مضمون میں جسکے جواب میں کوہاٹی صاحب نے قلم اٹھایا ہے۔ نامہ نگار صاحب کی تحریف کے نمونہ بھی دکھائے تھے۔ اور اس میں بتایا تھا کہ انہوں نے حضرت اقدس کی مختلف عبارتوں کو مختلف مقامات سے ایسے طریق پر نقل کیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ایک ہی مقام اور ایک ہی سلسلہ کی مسلسل کڑیاں ہیں۔ خواہ ان کے جوڑ نہ بیٹھے ہوں بجائے اس کے کہ آپ اس تحریف کا کوئی معقول جواب دیتے۔ ۲ مئی کے پرچہ اہل حدیث میں فرماتے ہیں کہ :۔

"میں اختصار پر اسلئے مجبور تھا کہ مجھے یقین تھا کہ اہل حدیث اخبار نہیں کہ میرے لمبے چوڑے مضمون کو مختصرات سے تصور کرکے اس کو درج کردیتا"

اسکے جواب میں عرض ہے۔ کہ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اہلحدیث کوئی اخبار ہے یا گل سرسید اخبارات۔ مگر ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے جو مختلف مضمون کی عبارتیں اس طرح نقل کیں کہ وہ ایک ہی مقام کی عبارت معلوم ہوں۔ تو یہ آپ نے خیانت کی۔ جواب دینے کے لئے ضرورت نہیں تھی۔ کہ مضمون لازماً لمبا ہی ہوتا۔ بلکہ تھوڑے تھوڑے اشارہ سے بھی یہ بات واضح ہو سکتی تھی۔ کہ فلاں عبارت کا فلاں حصہ فلاں صفحہ سے ماخوذ ہے۔ اور فلاں حصہ فلاں صفحہ سے۔ اس غرض کچھ بھی مضمون میں طوالت نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر جناب والا معاف فرمائے گا کہ یہ تو وہ کرتا جس کو ایمانداری مدنظر ہوتی۔ آپ تو خوب جانتے کہ نشہ میں مضمون لکھا کرتے ہیں کہ یہ تمام باتیں غلط ثابت ہو کر آپ کا مضمون ایک تماشہ بن جاتا ہے۔ جس کے لئے آپ کو ایسے ایسے عذرات تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کا عذر لنگ میں نے اوپر نقل کیا ہے۔ اس مضمون میں بھی آپ نے حضرت اقدس کی ایک کتاب ست بچن کا حوالہ دیا ہے۔ مگر اس میں بھی آپ نے حوالہ کے صحیح نقل کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ یعنی آپ نے کتاب موصوف کا ایک حوالہ بایں عبارت پیش کیا ہے :۔

"مرزا جی صفحہ ۱۶۴ ست بچن پر تحریر فرماتے ہیں کہ اب ڈاکٹر صاحب کے قول سے معلوم ہوا کہ چین کے یہودی اس قول سے اتفاق نہیں رکھتے اور ان کا یہ مذہب نہیں ہے کہ حضرت عیسےٰ سولی پر مر گئے"

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت معترض نے صفحہ مذکور کے متن سے نقل کی ہے۔ لیکن آپ کتاب کو ہاتھ میں لیجئے۔ اور صفحہ محولہ کے متن کے حروف حروف کو پڑھ جائیے۔ وہاں یہ عبارت نہیں ہے۔ اس صفحہ کے ساتھ دس صفحہ کا حاشیہ اور حاشیہ در حاشیہ ہے اب آپ معترض کی محولہ عبارت کو دیکھنے کے لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صف الف کو دیکھئے۔ وہاں نہیں۔ صف ب کو دیکھئے وہاں بھی نہیں۔ پھر صفحہ ج کو ملاحظہ فرمایئے وہاں بھی نہیں۔ پھر صفحہ د کے حاشیہ کو پڑھا جائے وہاں بھی نظر آرہا ہے۔ بلکہ حاشیہ صفحہ د کے حاشیہ در حاشیہ میں ہے اگر وہ اس حوالہ کو صحیح طور پر نقل کرنا چاہتے۔ تو کوئی ضرورت نہ تھا کہ ان کو کوئی لمبا مضمون لکھنا پڑتا۔ وہ یوں لکھ سکتے تھے۔ ست بچن صفحہ ۱۹۴ کا حاشیہ در حاشیہ صفحہ

اب میں مختصر طور پر ان اعتراضوں کا جواب بھی حوالہ قلم کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس مضمون پر نامنگار صاحب نے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ اپنی کور باطنی اور عدم تدبر سے حضرت اقدس کے کلام اور الہام پر کئے ہیں۔ سب سے پہلے تو ہم ست بچن کی محولہ عبارت کو لیتے ہیں اس اعتراض کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ معترض صاحب لکھتے ہیں کہ "یہود کہتے ہیں کہ ہمنے حضرت عیسیٰ کو سولی دیا ×××× اور مرزا جی کا بعینہٖ یہی اعتقاد ہے اور میرا (معترض کا) یہ اعتقاد ہے۔ کہ یہ اعتقاد خلاف قرآن ہے۔ اسلئے ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے۔" اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ آپ کا یہ خیال درست نہیں کہ قرآن کریم مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے کا انکار کرتا ہے۔ بلکہ قرآن مسیح کے مصلوب ہونے کا منکر ہے یعنے قرآن کریم یہ نہیں کہتا کہ مسیح سولی پر چڑھائے نہیں گئے۔ بلکہ وہ کہتا کہ سولی پر مارے نہیں گئے۔ قرآن شریف میں جو یہ لفظ ہیں کہ ما صلبوہ۔ اسکے معنے بھی ہیں کہ مسیح سولی پر تو چڑھائے گئے۔ مگر ان کی پیٹھ کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔ جو ان کی موت کا باعث ہوتیں اسلئے یہود شام کا جو عقیدہ تھا کہ ہمنے مسیح کو سولی پر چڑھایا اور مار دیا یہ غلط ہے۔ اور مصلوب ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ صلیب پر مر جانا۔ چونکہ مسیح پر صلیبی موت وارد ہی نہیں ہوئی۔ اسلئے یہ کہنا بجا ہے کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے بھی لفظ مصلوب کو انہی معنوں میں معترض کی محولہ عبارت سے اوپر کی سطر میں ہی ارقام فرمایا ہے۔ اور زبان عرب اور لغت عرب ہمارے بیان کی موید اور مصدق ہیں پس

حضرت مسیح موعود کا اعتقاد عین قرآن کریم کے مطابق ہے اور جن کا یہ اعتقاد نہیں۔ وہ اوہام میں مبتلا ہیں کیونکہ آسمان پر کسی کے اڑ جانے کا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اگر ہے تو وہ پیش کریں۔

دوسرا اعتراض معترض نے یہ کیا ہے کہ:-

"یہودی کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ جادوگر ہیں مرزا صاحب کا یہی اعتقاد تھا"

یہ اسقدر جھوٹ ہے۔ جس کی انتہا نہیں ہم معترض صاحب کی شان میں کوئی لفظ نہیں کہتے۔ مگر یہ مطالبہ ضرور کرتے ہیں کہ وہ ثبوت دیں کہ کہاں حضرت اقدس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "جادوگر" کہا ہے۔ اگر معترض صاحب ثبوت دیں۔ تو ایک سو ڈے کی بوتل ان کو ہم انعام میں دینگے۔ بلکہ برخلاف بیان معترض حضور فرماتے ہیں:-

"ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راست باز نبی مانیں۔ اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں"

(ایام الصلح ماٹس ریچ کا صفحہ ثانی)

پس جو شخص اس بات پر ایمان رکھتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ ایک راستباز نبی تھے۔ اور خود اس کے مثیل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ حضرت عیسیٰ کو "یہ جادوگر" سمجھتا ہے۔ غور کرو کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔

تیسرا اعتراض معترض نے یہ کیا ہے کہ:-

"قرآن کہتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے آپکو خدا کے بیٹے کہتے تھے۔ مرزا صاحب اپنے آپ کو بمنزلہ خدا کے بیٹے کے (بذریعہ الہام انت منی بمنزلتی اولادی) سمجھتے ہیں۔ پس خدا کا بیٹا بننے والے یا بیٹے کی جگہ سمجھنے والے کو کافر سمجھتا ہوں"

اسکے متعلق گذارش ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو ان یہود و نصاریٰ کو جو اپنے آپ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں کافر قرار نہیں دیا۔ بلکہ انکے دعویٰ کو پیش کر کے یہ فرمایا ہے۔ قل فلم یعذبکم بذنوبکم۔ بل انتم بشر ممن خلق۔ کہدو کہ اگر تم خدا کے بیٹے ہی ہو تو پھر تمہارے گناہوں کے باعث خدا تم کو عذاب میں کیوں ڈالتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عام لوگوں جیسے ہی ہو۔ تمہیں دوسروں پر کوئی فضیلت نہیں۔

اس آیت سے واضح ہے کہ جو خدا کا بیٹا ہونے کا مدعی ہو وہ عذاب سے مصئون رہنا چاہیئے۔ برخلاف اسکے یہود عذاب میں گرفتار تھے۔ اور ہیں۔ لیکن اسپر ایک یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا خدا کا بھی اسی طرح بیٹا ہو سکتا ہے۔ جس طرح انسانوں کے بیٹے ہوتے ہیں تو اس کے متعلق خداوند کریم قرآن مجید میں ہی فرماتا ہے کہ انسانوں کی طرح تو اس کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اس سے تو وہ پاک اور بے نیاز ہے۔ لیکن ایک اور طرح کے بیٹے خدا کے ہوتے ہیں۔ جو ہوتے تو اسکے بندے اور اس کی مخلوق ہی ہیں۔ مگر اس کے حضور بوجہ مکرم و معظم ہونے کے ان کو بیٹے کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ واجباوہ فرمایا:-

قالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحٰنہ ط بل عباد مکرمون (۲۱-۲۶) کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا بھی بیٹا ہے (جیسا کہ انسانوں کے ہوتے ہیں کہدو کہ) وہ ایسے بیٹے بنانے سے پاک ہے۔ ہاں جن کو خدا بیٹے کہتا ہے۔ وہ خدا کے مکرم اور معزز اور برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ نے جو اپنے آپ کو بیٹا کہا تو یہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو خدا کی صلبی اولاد ٹھہراتے تھے۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو نبی کریم کے مقابلہ میں خدا کا زیادہ چہیتا ثابت کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ واجباوہ کے لفظوں سے ظاہر ہے۔ جو اس آیت کا ہی اگلا حصہ ہیں۔ جسمیں یہود و نصاریٰ نے ابناء اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا دعوے برگزیدگی اسی وقت مسلم ہو سکتا ہے۔ جب تم عذابوں اور آفتوں سے بچائے جاؤ۔ لیکن جب بجائے عذابوں سے بچائے جانے کے تم اپنے کیفر کردار کو پہنچ رہے ہو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو پھر دعویٰ برگزیدگی عبث اور جھوٹا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح کے متعلق جو نصاریٰ ابن اللہ ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ تو وہ مسیح کی برگزیدگی کے باعث انکو ابن اللہ نہیں ٹھہراتے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہ تھا۔ کیونکہ توراۃ میں بہت سے بزرگوں کو اللہ کے بیٹے کہا گیا ہے۔ جس سے مراد پاک اور اچھے بندے ہیں۔ نصاریٰ مسیح کو ادھی شم کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اس لئے ان پر قرآن کریم نے کفر کا فتوے دیا ہے۔

چوتھے اعتراض میں معترض صاحب نے وہی شبہ اور مشبہ بہ اور مشابہت تامہ اور ناقصہ کی بحث کو پھر سے چھیڑا ہے۔ مگر بالکل بے معنی اور لغو۔ انہوں نے اپنے پہلے مضمون میں حضرت اقدس کی دو عبارتوں کو بایں غرض پیش کیا تھا۔ کہ دونوں میں تناقض ہے اس وقت ہم نے ان کو بتایا تھا اور وضاحت سے بتایا تھا کہ دونوں عبارتیں اپنے محل کے لحاظ سے درست اور بجا ہیں۔ اور ان پر اعتراض عائد نہیں ہو سکتا۔ ہاں اعتراض اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ معترض صاحب یہ ثابت کر دیں کہ جو کچھ لکھا تھا۔ اور جس طرح دونوں میں تطبیق کر کے دکھائی تھی وہ غلط تھی۔ اور اس طرح سے مطابقت نہیں ہوتی تھی۔ تو البتہ ان کا بیان قابل توجہ ہوگا ورنہ اس مشابہت تامہ اور ناقصہ کو پھر نقل کرنے سے کیا حاصل اور کیا مدعا؟

بالآخر میں اپنے گمنام مہربان کوہاٹی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ صاحب! آپ خدا کے لئے اپنی حالت کو دیکھئے۔ یاد رکھئے کہ خدا کے پیاروں سے دشمنی سلب ایمان کا موجب ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنی حالت پر غور کرینگے۔ تو آپ کو اپنی حالت سے اس کا خود بخود تجربہ ہو جائے گا۔ یاد رکھئے کہ ہم آپ کے کسی اعتراض کے جواب سے پہلوتہی کرنا نہیں چاہتے ہم ہر معقول اعتراض کو توجہ سے سننے کے لئے تیار ہیں اعتراض کیجئے اور جی کھول کر کیجئے۔ مگر سوچ کر عقل سے تدبر سے۔ دیانت کے ساتھ۔ اگر آپ اعتراض کرنے میں ان باتوں کو مدنظر رکھیں گے۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ وہ اعتراضات جو آپ کو بڑے معلوم ہوتے ہیں۔ خود بخود دور ہو جایا کرینگے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھکو آپ سے ہمدردی ہے۔ کیونکہ مجھکو آپ کی حالت قابل رحم نظر آتی ہے۔

میں آپکی خدمت میں یہ مضمون بھجواتا لیکن کروں کیا کہ آپ تو میں نہیں مستور۔ پرچہ کس پتہ پر بھیجا یا بھجوایا جاوے ہاں وہی احمدی دوست جنھوں نے آپ کو پہلا مضمون دکھایا تھا۔ اُمید ہے کہ یہ بھی دکھا دینگے۔

خاکسار مہر محمد خان شہاب احمدی مالیر کوٹلوی
دارالامان قادیان - ۵ مئی ۱۹۱۹ء

ایلغار در مسکات نبی وانا لکم ناصح امین

التبلیغ

تحفہ شاہجہانپور

ایک شاہجہانپوری ضرورت کے خصوصی بلاغ اور طالبان حق کو تبلیغ عام

نمبر (۲)

اب میں پھر اصل تبلیغ کی طرف رُخ کرتا ہوں اور چونکہ احمدیت کی جانب آنے کے لئے پہلا قدم مسئلہ "وفات مسیح" کا تسلیم کرنا ہے۔ اسلئے بہت اختصار کے ساتھ وفات مسیح کے متعلق میں کچھ عرض کرتا ہوں۔

ہمارا دعویٰ ہے اور ہم تمام دنیا کے مخالفین کو اس کے جواب کے لئے پکارتے ہیں کہ وہ ہمارے اس سوال کا جواب دیں۔ ہم کہتے ہیں کہ توفی باب تفعل۔ اللہ فاعل ذی روح مفعول ہو۔ اور قرینہ صارفہ نیند کے معنی کو لئے ہو تو ہمیشہ ہر جگہ توفی موت ہی کے معنی دیگا۔ تمام قرآن۔ جملہ احادیث۔ اشعار عرب۔ بلکہ ساری عربی زبان میں ایسا ہے۔ اب کوئی مولوی۔ ادیب شاعر۔ باکمال عربی دان ایک بھی ایسی مثال پیش کرے جہاں وہی صورت ہو۔ جو ہم نے بیان کی۔ اور موت کے معنی نہ ہوں۔ تو بے شک اپنا دعوے غلط سمجھیں گے بعض مولویوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ہم اس قاعدہ کو کیوں تسلیم کریں۔ یہ تو مرزا صاحب کا نکالا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ صرف اتنا کہنے سے یہ دعوے تو غلط نہیں ہو جاتا۔ ہاں اگر اسکے خلاف کوئی ایک مثال بھی آپ پیش کر سکتے ہیں تو بے شک جواب درست ہو سکتا ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ یہ زمانہ علمی ترقی کا زمانہ ہے۔ اس لئے موجودہ زمانہ میں مبعوث ہونیوالے مامور کو خدا نے جہاں بہت سے معجزات دئے ہیں۔ انمیں سے ایک نہایت زبردست اور زندہ علمی معجزہ یہ بھی ہے کہ اس نے ایک علمی مسئلہ بیان کیا۔ اور کہا کہ اس صورت میں ہمیشہ توفی بمعنی موت ہی ہوا کرتا ہے۔ اگر اس کے خلاف کوئی ایک مثال بھی بیان کر سکے۔ تو دس ہزار روپیہ انعام کا مستحق ہوگا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مولوی کوئی عربی دان مخالف آج تک ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کر سکا۔ جو حضرت مرزا صاحب کے بیان کردہ علمی قاعدہ کو توڑ سکتی۔ تمام دنیا کے مخالفین دم بخود ہیں۔ بہت شور مچاتے ہیں مگر ایسی ایک مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں کبھی سے نہیں ہو سکتا کہ ایسی مثال پیش کرے جو حضرت مرزا صاحب کے قاعدہ کو غلط ثابت کرتے۔ آج تک تو کبھی سے کچھ نہ بن پڑا۔ اور تمام مخالفوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح موعود نبی اللہ کا یہ ایک زبردست علمی معجزہ ہے۔ جس نے تمام دنیا کو عاجز کر دیا۔ اور مقابلہ میں لاجواب و مبہوت بنا دیا ہے۔ پس اسی قاعدہ کے ماتحت کہ باب تفعل۔ فاعل اللہ۔ مفعول ذی روح ہو۔ توفی کے معنے موت یعنے قبض روح ہی ہوتے ہیں۔ آیات ذیل میں بھی جو حضرت مسیح کے متعلق ہیں مراد موت و قبض روح ہی ہے

(۱) یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ الخ

(۲) فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم

پہلی آیت میں اس قاعدہ مذکورہ کے ماتحت متوفیک کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے معنی ممیتک ہیں۔ جیسا کہ بعض تفاسیر میں بھی لکھا ہے ہاں اس آیت میں ایک شبہ پیش کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ "متوفیک" جو وعدہ اول ہے۔ تمام وعدوں کے بعد پورا ہوگا۔ اس لئے اس سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام وفات یافتہ ثابت نہیں ہوتے۔ اس کے جواب میں ہم اسوقت صرف ایک بات پیش کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں چار وعدے ہیں۔ اول متوفیک۔ دوم۔ رافعک الی۔ سوم۔ مطہرک من الذین کفروا چہارم۔ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اب اگر پہلا وعدہ یعنے وعدہ وفات چوتھے وعدے یعنے وعدہ غلبۂ متبعین کے بعد پورا ہوگا۔ تو ظاہر ہے کہ غلبۂ متبعین کا وعدہ الی یوم القیامہ یعنے قیامت کے دن تک پورا ہونیوالا ہے۔ پس پہلے وعدہ کا اس چوتھے وعدے کے بعد پورا ہونا اس امر کو مستلزم ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کی وفات قیامت کے دن کے بعد ہو۔ اور یہ واقعات و حقیقت کے خلاف اور ہمارے مخالفین کے مسلمات کے بھی خلاف ہے۔ جب لازم باطل ہے۔ تو ملزوم یعنے وعدہ وفات کا چوتھے وعدے کے بعد پورا ہونا بھی باطل ہوا۔ اگر پہلا وعدہ یعنے وعدہ وفات چوتھے وعدہ سے پہلے اور تیسرے وعدہ کے بعد رکھا جائے۔ تو قابل غور یہ امر ہے کہ چوتھا اور تیسرا وعدہ یعنے وعدہ وفات کے پہلے اور بعد کے وعدے پورے ہو چکے۔ تو یکونن درمیان کا وعدہ ابھی پورا نہ ہوا۔ پھر چوتھے وعدے سے پہلے وعدہ وفات کا ماننا ہی فضول ہے۔ جبکہ چوتھے وعدہ سے پہلے اس کا پورا ہونا تسلیم نہیں کیا جاتا۔ پس اس صورت میں بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وفات مسیح ہو چکی۔ اور توفی کا وعدہ پورا ہو چکا۔

اگر یہ پہلا وعدہ یعنے وعدہ وفات وعدہ سوم یعنی وعدہ تطہیر سے پہلے رکھا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ تطہیر ہو چکی۔ تو اس سے پہلے کا وعدہ یعنے وعدہ وفات اس سے پہلے ہو چکا۔ اب بھی یہی نتیجہ نکلا کہ مسیح علیہ السلام کی وفات ہو چکی۔ اور اگر یہ پہلا وعدہ یعنے وعدہ وفات سب سے پہلے رکھا جائے۔ جسطرح قرآن پاک نے رکھا ہے۔ اور خدائی ترتیب میں دست اندازی نہ کی جائے۔ تو بات صاف ہے کہ وفات مسیح کا وعدہ جو پہلا وعدہ ہے۔ سب سے پہلے پورا ہو چکا۔ اور حضرت مسیح ناصری دیگر انبیاء و مقبولان بارگاہ الٰہی کی طرح خدا کی طرف اٹھائے گئے۔ اور تمام وفات یافتہ انبیاء و رسل کرام کی صف میں جا ملے اور عالم ارواح میں پہونچ گئے۔ چنانچہ ہمارے آقا و مولیٰ سید الاولین والآخرین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیگر تمام وفات یافتہ انبیاء میں دیکھا۔ اور اسی طرح ان کا ذکر کیا۔ جسطرح تمام انبیاء کا اور کسی خاص امتیاز کے ساتھ ان کا ذکر نہ فرمایا۔ جس سے یہ سمجھا جاتا۔ کہ حضرت مسیح ناصری بجسد عنصری آسمان پر موجود ہیں۔ اور دیگر انبیاء کی صرف ارواح ہی ہیں۔ بلکہ حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ جسطرح خدا کے تمام پاک انبیاء منزل قرب میں ہیں۔ اور خدا کی طرف اٹھائے گئے ہیں خدا کے پاک نبی حضرت عیسیٰ علی نبینا محمد علیہ السلام بھی اسی طرح خدا کی طرف اٹھائے گئے ہیں۔

دوسری آیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر شاہد ناطق ہے۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ یعنے خدا تعالیٰ کے اس سوال پر کہ أأنت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ۔ کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بناؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کئی جوابات دیتے ہیں جنمیں ایک جواب یہ ہے کہ اے پروردگار جب تک میں ان میں رہا۔ ان کا نگران رہا۔ پھر جب کہ تو نے مجھے وفات دیدی۔ تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اس جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کے بگڑنے کے حالات سے جملہ خبر دی ظاہر فرماتے ہیں۔ اور اگر وہ زندہ ہوں۔ اور دوبارہ دنیا میں آئیں۔ تو کس قدر شرم کی بات ہے۔ کہ خدا کا ایک برگزیدہ نبی واقعات کو چھپا کر اپنی بے خبری ظاہر کرے۔ بلکہ اس صورت میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی برئیت بدیں الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اے مولا میں تو ان میں گیا۔ اور انکو شرک سے روکا۔ جس نے نہ مانا۔ اس کی گردن اوڑا دی۔ میں ان کے شرک سے بالکل ہوں۔ یہ جواب نہایت صحیح ہوتا۔ مگر حضرت عیسیٰ یہ نہیں فرماتے کیونکہ اسی لئے کہ وہ وعدہ الٰہی کے مطابق شرکفار سے محفوظ رہ کر عزت کے ساتھ خدا کی طرف اٹھائے گئے اور پاک وفات یافتگان میں جا ملے۔ (علی اثر ایڈیٹر اشاعت قادیان)

سلیم احمد حافظ آبادی

یہاں پر جو مہمان آئے ہوئے ہیں
محمدؐ پہ ایمان لائے ہوئے ہیں

ہیں ظاہر میں اُمّی۔ حقیقت میں عالم
محمدؐ خدا کے پڑھائے ہوئے ہیں

مسیح زماں مہدی قادیانی
محمدؐ سے تعلیم پائے ہوئے ہیں

مقابل میں کیا آئے گا کوئی
براہین قاطعہ لائے ہوئے ہیں

تعجب ہے افسوس و حسرت ہے اُن پر
کہ جن کو وہ اپنے پرائے ہوئے ہیں

نظر ہو عنایت کی ہم پر مسیحا
ترے آستانے پہ آئے ہوئے ہیں

مسیحائے اصحابؓ نے آکر جہاں میں
عجب راز ہم کو بتائے ہوئے ہیں

نظر کچھ جو دنیا میں آتے ہیں ہمدم
یہ احمدؐ نے آکر بتائے ہوئے ہیں

اُٹھاؤ نہ محفل سے ہم کو خدارا
کہ ہم بھی کسی کے بُلائے ہوئے ہیں

یہی تیرِ ہم کو لگے تو ہے حافظ
یہی تو ہمیں ڈالو۔ بنائے ہوئے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابوالقاسم کی جوتیاں

بغداد میں ایک شخص رہتا تھا جس کا نام (ابوالقاسم طنبوری) تھا۔ اس کے پہننے کی جو جوتیاں تھیں۔ ان کو پہنے پہنے سات برس ہو گئے تھے۔ جب وہ کہیں سے خراب ہو جاتیں یا ان میں چھید ہو جاتا۔ تو ان کو گٹھوا لیتا۔ اس طرح سات سال تک پیوند پر پیوند اور گٹھاؤ پر گٹھاؤ سے جوتیاں بہت بھاری اور نہایت بدنما ہو گئی تھیں۔ مگر چاہے کچھ تھا وہ اسی کو پہنا کرتا تھا۔ اس کے اس بخل یا عادت نے شہر بھر میں اس کی شہرت کر دی تھی۔ اور (ابوالقاسم کی جوتیاں) ضرب المثل ہو گئی تھیں۔ چاہے جوتیوں کا یہ حال ہو۔ مگر ابوالقاسم مفلس نہ تھا۔ ایک دن وہ بازار میں جا رہا تھا کہ ایک دلال نے کہا کہ اے ابوالقاسم ایک شخص حلب سے آیا ہے۔ اور اس کے پاس ایک بہت خوبصورت کانچ کا قرابہ ہے۔ جس پر سنہری کام ہے۔ اور وہ ضرورت مند ہے۔ اور سستے داموں اس کو دیدیگا۔ اگر تم لے لو۔ تو چند دن میں دونے کو بیچیگا۔ ابوالقاسم نے اس کو ساٹھ دینار میں مول لے لیا۔ چند روز کے بعد ایک اور دلال بازار میں ملا اس نے ابوالقاسم سے کہا کہ نہایت خوشبودار گلاب کا عرق (نصیبین) کے ایک تاجر کے پاس ہے اب اس کو گھر جانے کی جلدی ہے۔ اور بہت تھوڑی قیمت میں مل جائے گا۔ اور چند ہی دنوں میں دونے داموں میں بکوا دوں گا۔ ابوالقاسم نے وہ گلاب کا عرق بھی ساٹھ دینار میں مول لے لیا۔ اور گھر لا کر اس سنہری قرابہ میں بھر کر دروازہ کے ایک تختہ پر رکھ دیا۔

ابوالقاسم ایک دن حمام میں گیا تھا۔ وہاں اسکے چند دوست بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم تم فضول آہی سے محتاج نہیں ہو۔ ان جوتیوں کے عوض اگر تم کہو تو اور جوتیاں لا دی جائیں۔ جس کا جواب اس نے یہ دیا کہ ہاں سچ کہتے ہو اور کہہ کر نہانے کو چلا گیا۔ جب نہا کر نکلا تو دیکھتا ہے کہ بعوض ان پرانے لیتڑوں کے ایک اچھا جوڑا رکھا ہوا ہے ابوالقاسم نے اس کو خوشی خوشی پہن لیا اور گھر چلا گیا ان جوتیوں کے بدلنے کا اصلی قصہ یہ تھا کہ اسی دن قاضی شہر بھی اسی حمام میں نہانے کو آئے تھے چند دل لگی باز لوگوں نے قاضی جی کی تو جوتیاں لا کر ابوالقاسم کے کپڑوں کے پاس رکھ دیں اور اس کی جوتیاں قاضی کے لباس کے پاس۔ جب قاضی نکلے اور اپنی جوتیاں نہ دیکھیں۔ تو لوگوں سے کہا کہ دیکھو جوتی لے جانیوالا کوئی اپنی چیز تو نہیں چھوڑ گیا۔ دیکھا تو ابوالقاسم کی مشہور جوتیاں پڑی ہیں۔ قاضی گھر آئے اور ابوالقاسم کو بلانے آدمی بھیجا۔ پیادہ نے قاضی جی کی جوتیاں بھی وہاں پر دیکھیں۔ تو ابوالقاسم کو معہ جوتیوں کے لے کر قاضی کے پاس آیا۔ تو جوتی کے چرانے کے جرم پر ابوالقاسم پر جرمانہ کیا گیا۔ اور اس کی جوتیاں اس کو دیدی گئیں ابوالقاسم بہت حیران ہوا۔ اور جوتیاں لے کر دریائے دجلہ پر گیا۔ اور دریا میں ان کو پھینک دیا اتفاقاً مچھلی پکڑنے والے آ گئے۔ اور جال ڈالا تو ابوالقاسم کی جوتیاں اس میں آ گئیں۔ چونکہ ان جوتیوں اور ان کے مالک کو شہر بھر جانتا تھا۔ پھر سے یہ خیال کر کے کہ کسی وجہ سے یہ جوتیاں یہاں گر گئی ہیں۔ ان کو اٹھا لائے۔ اور دروازہ کے باہر سے ہی ابوالقاسم کے گھر میں وہ جوتیاں پھینک دیں۔ قضائے الٰہی سے ایک جوتی اسی قرابہ میں لگی۔ جسمیں گلاب بھرا ہوا تھا۔ اور قرابہ زمین پر گر کر ٹوٹ گیا اور گلاب کا عرق بہہ گیا۔ یہ حال دیکھ ابوالقاسم سخت پریشان ہوا اور یہ ارادہ کر کے کہ ان کو زمین میں گاڑ دے رات کے وقت ایک شخص کی دیوار تلے گلی میں زمین کھودنے لگا۔ اس کی آواز سے گھر والے کی آنکھ کھل گئی اور یہ خیال کر کے کہ کوئی نقب لگا رہا ہے۔ ابوالقاسم کو آ پکڑا۔ اور کوتوالی لے گیا۔ جہاں اس پر جرمانہ کیا گیا اور گھر کا مال نیلام کر کے وصول کیا گیا۔ اب تو ابوالقاسم بہت ہی حیران پریشان ہوا۔ اور سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ ان جوتیوں سے اس کا پیچھا کیونکر چھوٹے۔ ابوالقاسم جب اس جھگڑے سے چھوٹا۔ تو ایک سرائے کی موری میں ان جوتیوں کو پھینک دیا۔ جس کا پانی نکلنے سے رکا اور سڑاند پیدا ہوئی۔ لوگوں نے دیکھا تو (ابوالقاسم کی جوتیاں) پڑی ہیں۔ لوگ ان کو حکومت میں لے گئے اور چونکہ ابوالقاسم اور اس کی جوتیوں کو ہر کوئی جانتا تھا ابوالقاسم بیچارہ پکڑا گیا۔ اور اس پر غلاظت پھیلانے کا جرم قائم ہوا۔ اور اس جرم میں اس کا مال بچا کھچا بیچ کر تاوان وصول کیا گیا۔ ان جھگڑوں سے ابوالقاسم کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ جوتیاں مجھ سے خفا ہو گئی ہیں۔ اپنے گھر میں ان کو لایا۔ ان کو دھویا۔ اور سوکھنے کو چھت پر رکھ دیا۔ ایک کتا وہاں آیا۔ اس نے اس کو جلدی میں کھانے کی شے تصور کر کے منہ میں اٹھا لیا۔ اور دوسرے مکان کی چھت پر ان کو لے کر کودا۔ قضارا اس کے منہ سے جوتی چھوٹ گئی۔ اور صاحب خانہ کے سر پر لگی۔ صاحب خانہ نے اس کو ابوالقاسم کی جوتی دیکھ کر غصہ میں یہ خیال کیا کہ ابوالقاسم نے دانستہ یہ جوتی پھینک ماری ہے۔ اور اس کو حاکم کے پاس لے گیا ابوالقاسم پکڑا آیا اور اس پر جرمانہ ہوا۔ اور اب یہ حالت ہو گئی۔ کہ کوئی منقولہ چیز اس کے پاس باقی نہیں رہی تھی۔ آخر کار دو چار روز کی قید بھگت کر جوتی لے کر قاضی کی کچہری میں گیا۔ اور عرض کیا کہ اس جوتی اور میرے درمیان یہ فیصلہ صادر کر دیجئے کہ مجھ کو ان جوتیوں سے اور ان جوتیوں کو مجھ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا ہے۔ اور اس کی عام الملاح شہر میں کر دی جائے۔ تاکہ میری جان بچے۔ اور وہیں پر ان کو چھوڑ کر گھر چلا آیا۔ (الطائف العرب)

فاروق کی خریداری بڑھانے کی طرف احباب کرام خاص توجہ فرمائیں۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پریس ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر ایم قاسم علی نے فاروق منزل سے شائع کیا)